کتاب نما

آسان ترجمہ اور تفسیر (اول)، زاہد شکیل۔ ناشر: ادارہ قرآن حکیم، پوسٹ بکس نمبر ۵۰۰، لاہور۔ صفحات: ۳۵۷ (بڑی تقطیع)۔ قیمت: ۱۵۵ روپے۔

اردو میں قرآن حکیم کی بیسیوں بلکہ سیکڑوں تفاسیر ملتی ہیں لیکن زیر نظر تفسیر کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ ۱۲ سے ۲۰ سال تک کے بچوں اور نوجوانوں کی ذہنی سطح کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔ اس کی زبان، انداز بیان اور مثالیں ایسی ہیں جسے بچے اور نوجوان فوراً سمجھ لیں اور انھیں اجنبی محسوس نہ کریں۔ ایسے مسائل نہیں چھیڑے گئے جنھیں بچوں اور نوجوانوں کے لیے سمجھنا مشکل ہو۔

زاہد شکیل صاحب پیشے کے لحاظ سے الیکٹریکل انجینئر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "علم تو ثانوی چیز ہے، بنیادی چیز توفیق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مجھے اپنی کتاب کی خدمت کی توفیق بخشی"۔ اس کام میں ان کے مرشد سید علی صاحب نے بھی انھیں حوصلہ دیا اور مشورہ بھی۔ مؤلف یہ بھی بتاتے ہیں کہ ایک بار انھیں نبی اکرمؐ کی زیارت ہوئی اور میں نے دیکھا کہ آپؐ مجھے قرآن حکیم پڑھا رہے ہیں۔ وہ سورت مریم تھی۔ آغاز کے حروف مقطعات کا جو مطلب نبی اکرمؐ نے بیان فرمایا، وہ میں نے اسی طرح لکھ دیا ہے"۔

مولف نے بلاشبہ خاصے آسان انداز میں مطالب قرآن کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اختلافی فقہی مسائل سے تعرض نہیں کیا، کیونکہ ان کا خیال ہے کہ ۲۰ سال تک کے قاریوں کے لیے بیشتر فقہی مسائل کو جاننا ضروری نہیں۔ انھوں نے بجا طور پر کہا ہے کہ یہ کتاب کسی خاص مکتب فکر کی نہیں بلکہ ہر مکتب فکر کی ہے (ص ۲)۔ جابجا احادیث نبویؐ کے حوالے بھی دیے ہیں۔ دیباچے میں قرآن حکیم کے موضوعات نزول، ترتیب، متشابہات، قرآن بطور نظام زندگی اور قرآنی قصوں کے مقاصد پر بڑے توازن کے ساتھ ضروری باتیں بیان کر دی ہیں۔

ہر صفحے پر پہلے عربی متن ہے، نیچے اتنے حصے کا ترجمہ اور پھر تفسیری حاشیہ۔ مولف نے یہ کام محنت اور توجہ سے کیا ہے۔ تفسیری حاشیوں میں قرآنی نکات کو دور حاضر کے ملکی اور غیر ملکی، معاشرتی اور معاشی تناظر میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ امت مسلمہ کے بارے میں یہودیوں اور دنیا کی بڑی طاقتوں کے معاندانہ رویوں، اور اس کے ساتھ ہی خود امت کی اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

مولف محترم نے دینی عقائد اور اوامر و نواہی کے بارے میں نہایت صاف اور صحیح ذہن کی عکاسی کی ہے۔ یہاں تک کہ ایک جگہ بتایا ہے کہ یورپ اور امریکہ سے کھانے پینے کی جو چیزیں آتی ہیں ان میں اکثر ایسی چیزیں شامل ہوتی ہیں جو مردار جانوروں سے حاصل ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ مغربی ممالک کے ساختہ چاکلیٹ' ٹافیوں' پنیر' بسکٹ اور ڈبل روٹی وغیرہ کے سلسلے میں احتیاط پر زور دیتے ہیں کہ ان چیزوں کو کھانے سے پہلے لیبل پر درج مشمولات ضرور دیکھ لینے چاہییں۔ احتیاط کی یہ تلقین تقویٰ کی علامت ہے اور قابل تحسین ہے۔

بعض باتیں محل نظر ہیں' مثلاً: وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (اور [رسولؐ] تمھیں وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے) کی تشریح میں اس کے دو مفہوم بتائے گئے ہیں۔ ایک تو عموی مفہوم ہے' یعنی وہ عام تہذیب جسے نبی اکرمؐ نے عربوں کو سکھا کر انھیں مہذب انسان بنایا۔ دوسرا مفہوم: وہ روحانی علوم جو نبی اکرمؐ کے سینہ مبارک سے چلے اور پھر اولیاے کرام اس علم کو' جسے علم لدنی کہا جاتا ہے' لے کر آگے بڑھے۔ تمام صوفیانہ سلسلے مثلاً قادری' چشتی' سہروردی' صابری' وارثی' نقشبندی وغیرہ انھی روحانی علوم سے وجود میں آئے جو کہ اللہ تعالٰی نے نبی اکرمؐ کو عطا کیے اور انھوں نے اپنی امت میں آگے بڑھائے اور آج تک جاری ہیں (ص ۱۲۰)۔ یہاں سوال یہ ہے کہ کیا قرآن اور حدیث سے الگ کوئی "روحانی علم" یا "علم لدنی" بھی ہے جو رسول اکرمؐ سے (صحابہ کرامؓ کے توسط کے بغیر) براہ راست اولیاے کرام تک پہنچا؟ اور کیا کہیں قرآن و حدیث میں اس کا ذکر بھی ملتا ہے؟ اور کیا "علم لدنی" کے متذکرہ بالا صوفیانہ سلسلوں کو مختلف نام دینا اور الگ الگ نسبتیں قائم کرنا' وہی فرقہ بندی تو نہیں ہے جس کی مفسر محترم نے دوسرے مقامات پر مذمت کی ہے؟ اسی طرح ایک جگہ انھوں نے اولیاے کرام کے "کشف" کا ذکر کیا ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن اور حدیث میں اس کی گنجایش کہاں سے نکلتی ہے؟ یا صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں ایسے "کشف" کی تائید و تحسین یا اس کا کوئی ذکر ملتا ہے؟

مصنف نے وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کا ترجمہ "نماز صحیح طرح سے ادا کرو" کیا ہے (ص ۹۳) جو ایک مبہم بات ہے۔ خاوند اور بیوی میں جدائی ڈالنے والوں کے ذکر میں (ص ۹۰) یہ مفہوم اخذ کرنا کہ ان کا مقصد دوسروں کی بیویوں کو قابو میں لانا تھا' درست معلوم نہیں ہوتا۔

"آسان ترجمہ اور تفسیر" کی کمپیوٹر کی کتابت کرتے ہوئے اعراب کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ بلاشبہ کمپیوٹر کے ہزار فائدے ہیں اور اس کی برکات بے حد و حساب ہیں مگر یہ بات کہ "کمپیوٹر کی عبارت میں الفاظ کا توازن (symmetry) ہوتا ہے اور دیکھنے میں یہ عبارت خوب صورت لگتی ہے (ص ۱۱) کمپیوٹر سے کچھ زیادہ ہی حسن ظن پر مبنی ہے۔ اسی کتاب کے متعدد صفحات اس حسن ظن کی تکذیب کر رہے ہیں۔

متن قرآنی کے الفاظ کے درمیان فاصلے جگہ جگہ کم و بیش ہیں۔ بعض اوقات تو ایک ہی لفظ کے دو ٹکڑوں میں غیر ضروری فصل موجود ہے (ص ۳۹' سطر ۲' فاتوا اور شھداء کم)۔ اسی طرح کی مثالیں کئی جگہ مل جائیں گی۔ املا اور ہجوں کی درستی اور صحت کا احساس قابل قدر ہے مگر فیروز اللغات کو معیار بنانا یا یہ کہنا کہ جو ہجے اس کتاب میں دیے گئے ہیں "وہی درست ہیں" صحیح نہیں' کیونکہ املا اور ہجوں کے لحاظ سے نہ فیروز اللغات معیاری لغت ہے اور نہ ماہرین املا اور لغت نگار بعض الفاظ کی ان شکلوں کو درست سمجھتے ہیں جو اس کتاب میں اختیار کیے گئے ہیں' مثلاً: انہوں' انہیں' تمہارے' تمہیں---- وغیرہ کے بارے میں اردو کے تمام اداروں اور ماہرین املا کا اتفاق ہے کہ انھیں' انھوں' انھیں' تمھارے' تمھیں وغیرہ لکھنا چاہیے۔ اجمعین کو نہ جانے کیوں التزام کے ساتھ ہر جگہ اجماعین لکھا گیا ہے۔

مجموعی حیثیت سے یہ کاوش مفید اور قابل قدر ہے۔ زیر نظر حصہ اول سورہ فاتحہ تا سورہ ال عمران پر مشتمل ہے۔ خدا مولف کو تکمیل کی توفیق بخشے۔ آمین! (رفیع الدین ہاشمی)۔

درس قرآن کی تیاری کیسے کی جائے؟ خلیل الرحمٰن چشتی' ناشر: الفوز اکیڈمی' مکان ۳۱۷' گلی ۱۶' ایف ٹن ٹو' اسلام آباد۔ صفحات: ۷۲۔ قیمت: ۲۵ روپے۔

الفوز اکیڈمی کا مرتب کردہ یہ کتابچہ مدرسین قرآن کے لیے بہترین رہنمائی مہیا کرتا ہے۔ اس کتابچے میں پہلے ۲۶ اصولی باتیں درج کی گئی ہیں جو مدرس سے متعلق ہیں۔ (اگر ان باتوں کو ملحوظ رکھا جائے تو درس بامقصد' سہل اور عام فہم بن جاتا ہے اور سامعین کچھ حاصل کر کے اٹھتے ہیں)۔ اس کے بعد ایک مکمل سورت کے درس کی تیاری کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ مصنف بتاتے ہیں کہ سورت کے مرکزی مضمون اور اس کے واقعاتی پس منظر کو مختلف اجزاے سورت سے کیسے مربوط کیا جائے؟ اسی طرح وہ ہدایت کرتے ہیں کہ محاورات اور الفاظ کا وہ مفہوم متعین کیا جائے جو سیاق کلام کے ساتھ مناسبت رکھتا ہو۔ اور اس ضمن میں تفاسیر کے علاوہ مفردات امام راغب اور مترادفات پر تصانیف کا مطالعہ ضروری ہے۔ پھر ترجمہ بامحاورہ ہونا چاہیے۔ موضوع سے متعلق عہد رسالتؐ اور عہد صحابہؓ کے واقعات' درس کو موثر بنا دیتے ہیں۔

موضوعاتی درس پر بھی مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ موضوع درس زندہ ہو' عملی زندگی سے متعلق ہو' تعمیری اور اصلاحی ہو' اس موضوع پر مناسبت رکھنے والی آیات سے اسے مزید واضح کیا جائے اور موضوع کے مختلف پہلوؤں کو نکات کی صورت میں اجاگر کیا جائے۔ متداول تفاسیر مثلاً تفہیم القرآن' تدبر قرآن' معارف القرآن' فی ظلال القرآن اور ابن کثیر کا مطالعہ کیا جائے' اسی طرح احادیث کی معتبر کتابیں بھی دیکھی جائیں۔

موضوعاتی درس کا ایک نمونہ بھی دیا گیا ہے (مولانا فتح محمد)۔

زندگی کیا ہے! جیلانی بی اے۔ ناشر: منشورات، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ صفحات: ۲۶۸۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔

میرا افسانوی ادب کا مطالعہ نہایت محدود ہے، پھر بھی جدید و قدیم طرز کے جو تھوڑے بہت افسانے نظر سے گزرے ہیں، ان کے حوالے سے یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اصابت فکر اور معیار فن ہر دو اعتبار سے چودھری غلام جیلانی مرحوم کے افسانے اپنی صنف کی صف اول میں جگہ پانے کے بجاطور پر حق دار ہیں۔

افسانے کا محدود کینوس انسانی کردار کے نفسیاتی تجزیے کا پورا پورا موقع فراہم کرتا ہے اور دیگر اصناف کے مقابلے میں یہاں ایک ادیب کی قوت مشاہدہ، بصیرت اور فکر کی پرکھ زیادہ آسان ہوتی ہے۔ یہاں تخلیق کار کرداروں کے طرز عمل سے اور اس کے اثرات و نتائج کے حوالے سے اپنے نظریے کا ابلاغ کرتا ہے۔ اب اگر تخلیق کار کا نظریہ حیات فطرت انسانی کی مطابقت میں ہو تو اس کا تخلیق کردہ کردار بھی فطری انداز پر عمل پیرا ہو سکے گا اور قاری نہایت آسانی سے اس کے پیرایہ عمل اور اس کے نتائج کو قبول کرتے ہوئے زندگی کے بارے میں وہ بصیرت حاصل کر لے گا جو افسانہ نگار اسے بخشنا چاہتا ہے۔ یہ بصیرت چونکہ زندگی کے گوناگوں مسائل کی توجیہہ میں اس کی معاونت کرنے والی ہو گی اس لیے اس مطالعے سے وہ آسودگی، ہمت اور خود اعتمادی حاصل کرے گا جو بچوں کو پہیلی بوجھ لینے کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے۔

غلام جیلانی کے افسانوں کے کردار اور افسانوی فضا، مشاہدے کی گہرائی اور جذبہ دل سوزی کے عناصر سے مل کر فطرت انسانی کی حیثیت اور تعمیری جہات کا تصور اجاگر کرتی ہے۔ میرے نزدیک جیلانی مرحوم کے افسانوں کی بنت میں جو پختگی اور آراستگی ہے وہ بھی ان کی اصابت فکر ہی کی دین ہے۔ انھیں کہانی کی پیش رفت میں کسی غیر منطقی رویے کی استعداد کی ضرورت مطلقاً پیش نہیں آتی۔ پلاٹ پر تعمیر ہونے والی عمارت کے مختلف حصے نہایت متناسب اور حسین انداز میں مکمل ہوتے چلے جاتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے فکر و فن کا ایک تاج محل تیار ہو جاتا ہے۔ جیلانی صاحب اپنے افسانوں کی ابتدا روز مرہ کے بظاہر غیر اہم واقعات سے کرتے ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ منطقی انداز سے ان واقعات میں ندرت کا رنگ بھرتے اور پھر اس ندرت کی نفسیاتی توجیہ کرتے ہوئے قاری کو غیر محسوس طریقے پر زندگی کی کسی سچائی سے آشنائی عطا کر جاتے ہیں۔

"زندگی کیا ہے" کے اکثر و بیش تر افسانے ایک ہی موضوع یعنی مردوں کے جنسی ہیجان کی کارفرمائیوں سے متعلق ہیں۔ نام نہاد ترقی پسند اباحیت زدہ افسانہ نگاروں نے جنس کے حوالے سے اپنی تخلیقات میں جو گل کھلائے ہیں اور جس طرح کھل کھیلے ہیں اس کے پیش نظر دینی مزاج کے حامل ادبا نے انسانی کردار کے

اس اہم محرک جذبے سے تعرض کو اپنے لیے ممنوعہ علاقہ بنا لیا تھا۔ چنانچہ یہ خانہ خالی کلیتاً دیووں ہی کی آماجگاہ بن کر رہ گیا تھا۔ جیلانی مرحوم نے اس اہم موضوع سے تعرض کر کے ایک طرف فرض کفایہ ادا کیا ہے تو دوسری طرف اپنی فنی چابک دستی سے اس موضوع پر لکھنے والوں سے غالب کی زبان میں کہا ہے کہ

دیکھو اسی طرح سے کہتے ہیں سخن ور سہرا

جیلانی صاحب اپنے کرداروں کے جنسی ہیجانات کی تفصیل پیش کرتے ہوئے بالواسطہ طور پر خود قاری کو معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیجانات کے حوالے سے اپنی تحلیل نفسی کا موقع عطا کرتے اور اسی طرح قاری کو اپنے نفس میں موجود جنسی ہیجانات کے سیلاب کے آگے بند باندھنے کی حکمت سے آشنا کرتے ہیں۔ ان کے افسانے پڑھتے ہوئے مجھے ذاتی طور پر یوں محسوس ہوا جیسے کوئی ماہر فن نباض میری نبض پر ہاتھ رکھ کر مرض کی ایک ایک کیفیت بیان کر کے دوا تجویز کرنے سے قبل میرا اعتماد حاصل کر رہا ہو۔

کہتے ہیں پہنچے ہوئے لوگوں کے تصرفات بعد از وفات بھی کارفرما رہتے ہیں۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ چودھری غلام جیلانی صاحب کہاں تک پہنچے ہوئے تھے لیکن "زندگی کیا ہے!" پڑھتے ہوئے میں نے اپنے نفس پر ان کے تصرف خیر کو واضح طور پر محسوس کیا۔

اس قیمتی مجموعہ کے مرتب برادرم سلیم منصور خالد نے اس امر پر بجا طور پر اظہار تاسف کیا ہے کہ ہمارے دور کے نقادوں نے جیلانی بی اے کے افسانوں کو درخور اعتنا نہیں گردانا۔ لیکن یہ بے اعتنائی ناقابل فہم ہرگز نہیں، اس کے واضح اسباب ہیں۔ جیلانی صاحب کی درویش منشی اور جماعت اسلامی جیسی جماعت سے وابستگی کے علاوہ افسانوں کے منصہ شہود پر آنے کے وقت کا وہ ناموافق ادبی ماحول تھا جس میں دین گریز ادیبوں کی پنیری لگ رہی تھی اور دینی فکر کے حامل تخلیق کاروں کو اس طرح پیچھے دھکیل دیا گیا تھا جس طرح فاتح آریاؤں نے ہندستان کے قدیم دراوڑوں کو جنوبی ہند میں دھکیل دیا تھا۔ بہرحال اب اس نام نہاد ترقی پسندی کے ملبے کا غبار بیٹھ جانے کے بعد جیلانی صاحب اور ان جیسے دیگر تعمیری فکر کے حامل تخلیق کاروں کی کاوشیں ادبی منظر پر لانے کی ضرورت ہے تاکہ احیائے اسلام کی لہر کو ادبی حوالے سے بھی تقویت مہیا ہو (عنایت علی خان)۔

الرشید (خصوصی اشاعت) مدیر: عبدالرشید ارشد۔ مقام اشاعت: ۲۵ لوئر مال، لاہور۔ صفحات: ۴۹۵۔ ہدیہ: ۲۰۰ روپے۔

مولانا عبدالرشید ارشد نے گذشتہ برسوں میں ماہنامہ الرشید کے بعض یادگار نمبر شائع کیے ہیں۔ زیر نظر نمبر اس سلسلے کی تازہ کڑی ہے۔ اس میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد یوسف شہید

لدھیانوی پر مضامین جمع کیے گئے ہیں۔ ان متنوع مضامین میں مرحومین کی شخصیت کی رنگارنگ اور دل چسپ جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ مولانا علی میاں اور مولانا محمد یوسف اپنے اپنے دائروں میں عمر بھر علمی اور دینی خدمات انجام دینے میں مصروف رہے۔ ان کے ارادت مندوں کے حلقے بھی خاصے وسیع ہیں۔ اس کا اندازہ زیر نظر خصوصی اشاعت اور اس طرح کے دیگر رسائل کی اشاعتوں سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

تقریباً ۵۰۰ صفحات پر مشتمل، یہ ضخیم اور مجلد اشاعت خاصے اہتمام سے شائع کی گئی ہے تاہم اس کی کتابت ہموار اور یکساں نہیں ہے جس نے جریدے کی صورت ظاہری کو متاثر کیا ہے۔ لیکن جناب عبدالرشید ارشد کی محنت میں کلام نہیں ہے۔ مذکورہ دونوں شخصیات سے دل چسپی رکھنے والے افراد کے لیے یہ مجلہ بے حد معلومات افزا ہے (ر-ہ)۔

(۱) مسائل وضو (۲) مسائل غسل، مولانا محمد رفعت قاسمی۔ ناشر: مکتبہ جامعہ خدیجۃ الکبریٰ، ۴/۱ای، محمد علی سوسائٹی، کراچی۔ صفحات: (۱) ۲۰۵، (۲) ۱۳۵۔ قیمت: درج نہیں۔

دونوں کتابوں میں متعلقہ موضوع پر محترم مولانا محمد رفعت قاسمی صاحب نے کتب فقہ سے نہایت تفصیل سے، جزئیات میں جا کر ہر ممکنہ مسئلے کو بیان کر دیا ہے۔ تبصرہ نگار نے جب اپنے ایم اے اسلامیات کے لیے مطالعہ تفسیر کے سلسلے میں ایک فقہی مسئلے پر بحث پڑھی تو مطالعے کے ساتھی نے یہ جملہ نقل کیا کہ شرع میں شرم نہیں۔ اسی کی عملی تفسیر ان کتب میں دیکھی کہ واقعی شرع میں شرم نہیں۔ بظاہر تو یہ ایک مفید مشق لگتی ہے، لیکن اتنے مسائل کا علم ایک عام مسلمان کی ضرورت تو نہیں۔ عام مسلمان تو صرف مسئلہ ہی پوچھتا ہے۔ بتانے والوں کے لیے یہ کتابیں راہنما ہو سکتی ہیں۔ ان کتابوں میں اشاریہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، تاکہ کوئی سائل، ضروری مسئلہ متعلقہ صفحے پر بلا زحمت نکال سکے۔

مکتبہ جامعہ خدیجۃ الکبریٰ نے اسی نوعیت کی دیگر کتب بھی شائع کی ہیں۔ یوں دیوبند کا فیض، پاکستان میں بھی جاری ہے (مسلم سجاد)۔

اس رسالے میں اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کی کوئی ذمہ داری ماہنامہ ترجمان القرآن کی انتظامیہ کی نہیں ہے۔ (ادارہ)